ارشد محمود* ڈاکٹر رفیق احمد**

فلمی گیت نگاری میں احمد عقیل روبی کا کردار

Abstract: *Ahmed Aqeel Rubi is a versatile in his personality and his literary representations have various perspectives. He was a well known novelist, sketch writer, poet and translator. He wrote many film songs those got popularity nationally and internationally. His songs reflect cultural heritage of our region. His poetry depicts emotional thoughts, sufism and reality of life. His songs provoke deep thoughts of listener. This paper deals with the love stories, tragic endings and different realities presented by Ahmed Aqeel Rubi in his film songs.*

کسی بھی زبان کے گیت اپنی ثقافت کے اظہار کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ گیتوں کی ابتدائی صورت وہ مذہبی تعلیمات ہیں جو "رگ وید" اور "گرو گرنتھ" میں اشلوکوں، کافیوں اور دوہوں کی شکل میں موجود ہیں۔ برصغیر میں جب اسلام پہنچا تو صوفیا نے اپنی تعلیمات کے لیے کافیاں اور سی حرفیاں بھی لوک دھنوں پر ہی ترتیب دیں۔ جو گیت کی ہی ایک اور شکل تھی۔ پھر گیتوں کی ایک ایسی روایت قائم ہو گئی کہ جنگوں میں جنگی ترانے اور عرسوں، تہواروں پر مذہبی عقیدت کے گیت عام گائے جانے لگے۔ جب معاشرے میں ہونے والے واقعات کو کہانی کا روپ دے کر "فلم" کا آغاز ہوا تو اس میں بھی اپنی ثقافت کو اجاگر کرنے اور دلی کیفیات کے اظہار کے لیے گیت کا ہی سہارا لیا گیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان گیتوں کے موضوعات میں تنوع پیدا ہو تا گیا۔ سماجی نظریات، رومانی موضوعات، مذہب اور وطن کی محبت کا اظہار، حمدیہ اور نعتیہ رنگ کے علاوہ لوک ادب کو بھی ان گیتوں کا حصہ بنایا گیا۔

جس وقت عقیل روبی نے فلمی گیت لکھنے شروع کیے تو اُن کے سامنے قتیل شفائی، احمد راہی، وارث لدھیانوی، خواجہ پرویز، حبیب جالب، سعید گیلانی اور بری نظامی جیسے شعرا کی قائم کی ہوئی ایک روایت موجود تھی۔ عقیل روبی کا ساتھ نبھانے کے لیے ریاض الرحمان ساغر، بابا محرم، رخسانہ نور، ایس ایم صادق، خواجہ پرویز اور سعید گیلانی جیسے شعرا اس میدان میں موجود تھے۔ اسی دور میں فلمی کہانیوں میں چربہ سازی کی روایت بھی عام ہونے لگی۔ پنجابی گیتوں کو اردو اور اردو گیتوں کو پنجابی میں ڈھالنے کے تجربات بھی ہوئے۔ بعض شعرا نے اپنے گیتوں میں فحش اور نامناسب مضامین کا انتخاب کیا۔ جس کی وجہ سے معیار سے کم تر کی فلمیں بننے لگیں۔ اسی وجہ سے حقیقی فلم بین سینما ہال سے دور ہو گئے اور باقی صرف "تماش بین" رہ گئے۔

* پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو
** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو

فلموں اور فلمی گیتوں کے اس گرتے معیار اور بُرے وقت میں عقیل روبی نے فلموں میں گیت نگاری کا آغاز کیا۔ انھوں نے فلمی کہانیاں بھی لکھیں۔ گیتوں کو ایک معیار اور تخیل کی پاکیزگی عطا کی۔ جس سے فلمی دنیا میں ایک بار پھر سے بہار آنے لگی اور سینما ہال کے دروازے "حقیقی فلم بینوں" کے لیے پھر سے کھل گئے۔

عقیل روبی کو گیت نگاری کا شوق تو زمانہ طالب علمی ہی سے تھا۔ لیکن قتیل شفائی کے مشورے پر پہلے تعلیم مکمل کرتے رہے۔ پھر غم روز گار اور دوسرے ادبی کاموں میں ایسے الجھے کہ گیت نگاری کا شوق کچھ عرصے کے لیے دب سا گیا۔ یہ شوق دوبارہ ۱۹۹۸ء میں اُبھرا جب پنجابی فلم "چوڑیاں" کے سپر ہٹ گیت لکھے اور ایوارڈ کے مستحق ٹھہرے۔ پھر فلمی گیت نگاری کا یہ سلسلہ ایسا چلا کہ عقیل روبی نے ۱۶ پنجابی اور ۲۱ اردو فلموں کے لیے گیت لکھے۔ ان کی پنجابی فلموں میں چُوڑیاں، نکی جئی ہاں، مہندی والے ہتھ، جگ ماہی، دل کچ دا کھڈونا، شگناں دی مہندی، نوراں، لونگ دا لشکارا، جگ والا میلا، گُجر ۳۰۲، میر اماہی، نگری داتا دی، مجاجن، نچ کے یار منانا، شریکا اور مکھڑا چن ورگا جیسی فلمیں شامل ہیں۔ جب کہ ان کی اردو فلموں میں تیرے پیار میں، شرارت، آگ کا دریا، جنگل کوئین، کوئی تجھ سا کہاں، لو میں گم، ڈکیت، انگارے، آج کی لڑکی، کون بنے گا کروڑ پتی، مرڈر، چُوڑیاں نہیں ہتھکڑیاں، بیٹی، فائر، واپسی، سپنے اپنے اپنے، جھومر، کبھی پیار نہ کرنا، قاتل کی تلاش، ایمان اور لاکھوں میں ایک شامل ہیں۔

گیت کا اصل سرور تو گیت سُن کر ہی حاصل ہوتا ہے۔ الفاظ جتنے بھی اچھے ہوں، سُر اور لَے کا سرور تو کانوں کے راستے ہی دل میں اُترتا ہے۔ لیکن پھر بھی ذیل میں عقیل روبی کے گیتوں کی نمایاں خوبیوں کو پرکھنے کی کوشش ضرور کی گئی ہے۔ اُنھوں نے پنجابی اور اردو دونوں زبانوں میں گیت لکھے ہیں۔ ان گیتوں کے موضوعات اور ان میں بیان ہونے والے جذبوں کو صرف زبان کی بنا پر الگ کرنا ممکن نہیں۔ وہ اس لیے بھی کہ جذبوں کی کوئی زبان نہیں ہوتی۔ اسی لیے اردو اور پنجابی دونوں زبانوں کے گیتوں کا مجموعی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

عقیل روبی بنیادی طور پر ایک رومانی شاعر تھے۔ اُن کی شاعری کا بنیادی حوالہ ہی رومان اور اس کے مختلف جذبے ہیں۔ ان ہی جذبوں کو فن کی لڑی میں پرو کر انھوں نے فلمی گیت لکھے۔ عام طور پر خیال یہ کیا جاتا ہے کہ "ان گیتوں میں وہ رومان زدہ نوجوان ہیں جو سماجی قیود اور رسوم کی وجہ سے ایک نہ ہو سکے ہوں گے۔"(۱) عقیل روبی کی زندگی میں کوئی ایسی گھٹنا ہوئی یا نہیں، لیکن اُنھوں نے اپنے گیتوں کو محبت کے ان جذبوں سے مالامال ضرور کر دیا ہے۔ کبھی وہ محبوب کی تصویر دیکھ کر دل بہلاتے ہیں۔ پھر دنیا میں ہر طرف اُن کو اپنا محبوب ہی دکھائی دیتا ہے۔ کبھی اسی کی جدائی میں آنسو بہاتے نظر آتے ہیں اور جب محبوب سے نظر مل جائے تو پھر تن بدن میں آگ سی بھی لگ جاتی ہے۔ یہ سارے جذبے اور ادائیں محبت کرنے والوں کی ہیں جن کو عقیل روبی نے بڑی محبت سے اپنے گیتوں میں سمویا ہے۔

کراں میں نظارا جدوں اوہدی تصویر دا
پیندا اے بھلیکھا مینوں سوہنی سسی ہیر دا

(فلم، چوڑیاں)

(جب میں اُس کی تصویر کو دیکھتا ہوں تو مجھے سسّی اور ہیر کا گمان ہوتا ہے)

جدھر جہاں دیکھتا ہوں
تیری ہی صورت نظر آ رہی ہے
اس دل میں ہلچل ہے کیسی
چاہت تیری جس کو تڑپا رہی ہے

(فلم، کبھی پیار نہ کرنا)

ہوش کب رہتا ہے ملتی ہے جب نظر
آگ میں تن بدن جل رہا ہے تجھ کو کیا خبر

(فلم، فائٹ)

جدوں سارا جگ سووے، مینوں آوے تیری یاد
کدی اُٹھاں کدی بہواں ، پانی گھڑی مُڑی پیواں
اگ لگی رہی کلیجے ساری رات

(فلم، لونگ دالشکارا)

(جب ساری دنیا سو جاتی ہیں تو مجھے تیری یاد آتی ہے بار بار اُٹھنا بیٹھنا اور پانی پینا گویا ساری رات کلیجے میں آگ لگی رہتی ہے)

محبت میں انتظار اور جدائی کے لمحات، محبت کی تڑپ میں اضافے اور محبوب سے وصل کی آرزو کا نتیجہ سمجھے جاتے ہیں۔ ہجر و غم کی لذتوں میں اس وقت اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے جب یہ انتظار طویل اور جدائی مستقل ہو جائے۔ پھر اس بھری دنیا میں بھی دل کی تنہائی ختم نہیں ہوتی۔ عاشق کو اپنا محبوب ہر جائی لگنے لگتا ہے اور راتوں کو نیند کا نہ آنا بھی محبوب کا ہی ایک ظلم معلوم ہوتا ہے۔ ایسے میں یادوں اور آنسوؤں میں اتنی قربت پیدا ہو جاتی ہے کہ دل میں یاد اور آنکھ میں آنسو ایک ساتھ آتے ہیں۔ ان سارے جذبوں اور کیفیتوں کو عقیل روبی نے اپنے پنجابی اور اردو گیتوں میں یوں سمویا ہے:

آجا ساتھیا آجا ساتھیا
آجا میں لُٹ گئی تیرے انتظار میں
جل گیا پیار میرا گاتی بہار میں

(فلم، واپسی)

خاموشیاں تنہائیاں لینے لگی انگڑائیاں
ایسے میں ہے تو کہاں، وے آجا ڈھول جانیاں

(فلم، کون بنے گا کروڑ پتی)

مائے نی نہیں چلتا پیار میں زور
میرے دل میں ماہی، ماہی کے دل میں کوئی اور

(فلم، کبھی پیار نہ کرنا)

ہر شخص میرا دیوانہ ہے
میرے چاروں طرف جھمیلہ
دل پھر بھی میرا اکیلا ہے

(فلم، آج کی لڑکی)

مارنہ دل تے چھریاں ڈھولا ، چھڈ دے بے پروائی
توں اگے میں تیرے پچھے دیندی پھراں دوہائی
بے دردا وے ظالماں توں راتاں دی نیند اڑائی

(فلم، میرا ماہی)

(اے محبوب میرے دل پر غم کی چھریاں نہ چلا اور یہ بے پروائی چھوڑ دے۔ میں تیرے روتی ہوئی دوہائیاں دیتی ہوئی پھرتی ہوں۔ اے بے درد ظالم تونے میری راتوں کی نیند اُڑادی)

عقیل روبی کے گیتوں میں ایک صوفیانہ رنگ اور انگ بھی موجود ہے۔ اُنھوں نے کئی پنجابی اور اردو فلموں میں ایسے گیت لکھے جن میں اُنھوں نے اپنے صوفیانہ خیالات اور زندگی کی کئی رمزوں کو اس طرح سمویا ہے کہ فلم کی کہانی میں اور بھی نکھار پیدا ہو گیا ہے۔ صوفیا کے مزاروں پر ڈالی جانے والی دھمال بھی عشق و مستی کا ایک رنگ ہے جسے عقیل روبی نے اپنے گیتوں میں خوب صورت رنگوں سے

نکھارا ہے۔ زندگی کی حقیقتوں کو بیان کرنے کے لیے لوک رنگ کی علامتوں کا بھی استعمال کیا ہے۔ جب کہ دیہاتی کھیل " شٹاپو" کو بھی بھائی چارے اور آپس میں پیار محبت کی علامت کے طور پر اپنے گانے میں برتا ہے۔

پنچھیاں وانگوں مار اڈاری ، جندڑی اُڈ دی جاوے
جیہڑا ویلا لنگھ جاوے کسے دے ہتھ نہ آوے

(فلم، دل کچ دا کھڈونا)

(جان پرندوں کی طرح بدن سے اُڑان بھر کر جا رہی ہے اور جو وقت گزر جاتا ہے وہ دوبارہ ہاتھ نہیں آتا)

حیدریم، قلندرم، مستم۔ بندہ مرتضیٰ علی ہستم
پیشوائے تمام رندانم، کہ سگِ کوئے شیر یزدانم
دما دم مست قلندر۔ دما دم مست قلندر

(فلم، نچ کے یار منانا)

دل چرخہ کرے گھوں گھوں
ساہ والی پُونی دی کدی تند نہ توڑیں۔ تُوں ، تُوں،تُوں

(فلم، مہندی والے ہتھ)(۲)

(دل کا چرخہ ہر وقت گھوں گھوں کی آواز دے رہا ہے تو کبھی بھی اپنی سانس کی پونی کو ٹوٹنے نہ دینا)

کھیڈ شٹاپو، سہیلیے کھیڈ شٹاپو
تیرے خانے دے وچ میں، تے میرے خانے تُوں
فرق نہیں کجھ ساڈے وچ ، آدسیے دنیا نوں

(فلم، شرارت)

(اے سہیلی آ! شٹاپو کھیلیں میرے خانے میں تو ہو اور تیرے خانے میں میں۔ اس طرح ہم دونوں میں کوئی فرق نہیں یہ بات دُنیا کو بتا دیں)

عقیل روبی اپنی ثقافت پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ وہ ہر ثقافتی رنگ سے نہ صرف خود لطف اندوز ہوتے ہیں بلکہ فلم دیکھنے والوں کو بھی یہ ثقافتی رنگ دکھا کے ان کے لیے تفریح کا سامان کرتے ہیں۔ وہ بسنت کا میلہ ہو، ایک الھڑ مٹیار کا پینگ کا ہلارہ ہو یا ڈولی میں بیٹھتی بہن

اپنے بھائی کے کندھے کی منتظر ہو، ایسے سب مناظر عقیل روبی کے گیتوں میں ہیں۔ جنھوں نے فلم کو عام زندگی کا روپ دینے میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

گھر گھر بسنت خوشیوں کے رنگ لے کر آئی رے
آیا رے آیا رے دیکھو بسنت میلہ
چلا رے چلا رے وہ پتنگوں کا ریلا

(فلم، شرارت)

لے کے اکھاں وچ تیری تصویر وے
راہ تکدی اے تیری ہمشیر وے
کندھا ڈولی نوں دے جائیں ویر وے

(فلم، انگارے)

(اے بھائی تیری تصویر آنکھوں میں لے کر تیری بہن تیرا انتظار کر رہی ہے تو آ کر اس کی ڈولی کو کندھا دے جا)

گدا پاؤ نی کُڑیو، نچو گاؤ نی کڑیو
ایڈا اُچا میری پینگ دا ہلارہ
ہواواں ییتھوں پچھے رہ گئیاں
اَج نیواں لگے مینوں جگ سارا

(فلم، نوراں)(۳)

(اے لڑکیو! آؤ ناچو گاؤ اور دیکھو کہ میری پینگ کتنی اونچی ہو گئی ہے۔ آج مجھے ساری دنیا کم لگ رہی ہے۔)

عقیل روبی کے گیتوں میں صرف ہجر و وصل کے قصے یا محبوب کی یادوں کا انبار ہی نہیں بلکہ ان کے اندر ایک شوخ، چلبلا اور شرارتی کردار بھی چھپا بیٹھا ہے۔ بچپن سے جوانی میں قدم رکھتے ہی جس کی چال اور ناز و انداز سب بدل جاتا ہے۔ اس کے بدن کا ایک ایک انگ اپنے حُسن پر اتراتا پھرتا ہے۔

میرا انگ انگ شرماندا اے ، اک رنگ آندا اک جاندا اے
ٹُر گیا بچپن آئی جوانی ، بدل گئی میری ٹور
میں ہو گئی ہور دی ہور

(فلم، مہندی والے ہتھ)

(میرے بدن کا ایک ایک انگ شرما رہا ہے کیونکہ بچپن کے بعد جوانی آ گئی ہے۔ میری چال بدل گئی ہے اور میں اور سے اور ہو گئی ہوں)

عقیل روبی کے گیتوں کا یہ کردار ایک ایسا شوخ اور چنچل کردار ہے کہ جسے اگر محبوب کے آنے کی خبر مل جائے تو خوشی سے اس کے پاؤں زمین پر نہیں ٹکتے۔ پھر ایسا معصوم کہ ہواؤں سے زمین پر چاند اور ستارے بچھانے کی فرمائش کرنے لگتا ہے۔

خبر ماہی دے آون دی لے کے آئیاں تیز ہواواں
دھرتی اُتے پیر نہیں ٹکدے ہواچہ اُڈدی جاواں

(فلم، نوراں)

(تیز ہوائیں میری ماہی کے آنے کی خبر لے کر آئی ہیں۔ اس خوشی میں میرے پاؤں زمین پر نہیں لگ رہے اور میں ہوا میں اُڑتی جا رہی ہوں۔)

ان گیتوں میں ایک ناز نخرے والی مٹیار کی شوخی بھی عروج پر ہے جسے اپنی سیاہ زلفوں پر اتنا ناز ہے کہ اسے اپنے پیچھے گھنگھور گھٹائیں اس کا پیچھا کرتی معلوم ہوتی ہیں۔ پھر اس کی نظروں کی تاب نہ لاتے ہوئے اسی کی سیاہ زلفوں میں چھپ بھی جاتی ہیں۔ ناز نخرے اور شوخی کی یہ ادا بھی ملاحظہ ہو۔

گھنگھور گھٹائیں میرے پیچھے پیچھے آئیں
مڑ کر جب ان کو دیکھوں
میری زلفوں میں چھپ جائیں گھنگھور گھٹائیں

(فلم، ڈکیت)

فنی لحاظ سے بھی عقیل روبی نے اپنے گانوں میں نکھار لانے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے دو گانے اور کورس کی صورت میں روایتی گیت لکھے۔ پھر گیتوں میں ایک مکالماتی انداز بھی لے کر آئے۔ یہ مکالمہ نہ صرف کرداروں کا مکالمہ ہے بلکہ اس میں دو زبانیں بھی آمنے سامنے ہیں۔ جو اُن کی ذو لسانی مہارت کا ثبوت ہے۔ ”فلم کبھی پیار نہ کرنا“ کا ایک گانا بہت مشہور ہوا۔ ”کُرتی لائی، کُرتی لائی راجستھان سے۔“ اس گانے میں دو زبانوں میں ایک خوبصورت مکالمہ بھی ہے۔ جس نے گانے کے حُسن کو دوبالا کر دیا ہے۔

لڑکی: میں نہ نہ کہتی رہ گئی بات نہیں مانی
کُرتی میں سی دی میری جوانی مستانی
کُرتی کا ناپ لیا میں تھر تھر کانپ گئی
کاررستانی بیری کی، مجھ کو مار گئی

ڈر کے بھاگی، ڈر کے بھاگی بے ایمان سے

لڑکا: کُرتی تے ہسدیاں پُھل پتیاں

دس اپنے پیار نال کنہے کڈھیاں

کُرتی تے جنھیں اے رچناں لائی

اس رچڑاں دا مُل توں کی دے آئی؟

(فلم، کبھی پیار نہ کرنا)

(تیری قمیض پر یہ پھول پتیاں بتا کس نے بنائی ہیں ۔ جس نے تیری قمیض پر یہ رچنا لگائی ہے اُس کو تونے اس کی کیا قیمت ادا کی ہے)

عقیل روبی شاعری کی رمزوں کو سمجھنے اور فنی لوازم پر عبور رکھنے والے شاعر تھے۔ ان کی شاعری، شعری رمزوں اور فنی لوازم کے لحاظ سے بلاشبہ ایک اعلیٰ درجے کی شاعری ہے۔ وہ شعری رمزوں کے ساتھ ساتھ موسیقی کے فن پر بھی کمال عبور رکھتے تھے۔ سُر اور لَے سے گہرا شغف تھا۔ راگ راگنیوں کے فن پر بھی کامل دسترس رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کی موسیقاروں کے دیے میٹرز اور بنائی گئی دھنوں پر عقیل روبی بڑی مہارت سے گیت لکھتے تھے۔ ان کے لکھے گیتوں میں راگوں کے بول لفظی طور پر موجود ہونا اس امر کا گواہ ہے۔

اُچا تیرا نام مولا سچا تیرا نام

سارے گاما گاما گارے سا

رے گا پا گارے سا

(فلم، مجاجن)

اویارا، ہویارا

سا گارے، رے ما گا، رے گا ما پا

پا ما گارے سا

(فلم، کون بنے گا کروڑ پتی)(۴)

عقیل روبی نے فلموں کے لیے معیاری اور اعلیٰ گیت لکھے لیکن کچھ تو عقیل روبی کی اپنی طبیعت کا بھی یہ خاصا تھا کہ انھوں نے کوئی کام مستقل بنیادوں پر نہیں کیا، دوسرا فلموں کا مزاج بھی اُن کے رومانی مزاج سے جب ذرا ہٹنے لگا تو اُنھوں نے فلموں کے لیے گیت لکھنے ختم کر دیے، پھر طبیعت نے ایک اور رنگ پکڑا اور وہ ٹی وی ڈراما لکھنے کی طرف مائل ہو گئے۔ اخلاق عاطف لکھتے ہیں :

"شروع وچ ایہو جہے انگ دیاں کجھ فلماں نوں عقیل روبی نے اپنی نویلی گیت کاری نال سجایا تے اوس توں بعد دے ورھیاں اندر، ذات برادریاں دے منے پرمنے بدمعاشاں نوں ہیرو بنا کے پیش کر دیاں کہانیاں دیاں فلماں دی بہتات پاروں عقیل روبی جہا ودھیا تے معیاری شاعر گیت کاری دے منظر توں اوھلے ہوندا گیا۔"

(ترجمہ: ابتدا میں اس طرز کی فلموں کو عقیل روبی نے اپنی نئی گیت نگاری سے سجایا پھر اس کے بعد آنے والے سالوں میں ذات برادریوں کے مانے ہوئے بدمعاشوں کو ہیرو بنا کر پیش کرنے والی کہانیوں کی بہتات کی وجہ سے عقیل روبی جیسا عمدہ اور معیاری شاعر گیت نگاری کے منظر سے اوجھل ہوتا گیا۔)(۵)

یوں عقیل روبی کا یہ فلمی سفر اپنے عروج پر پہنچ کر ختم ہو گیا۔ وہ ایک اور منزل کی تلاش میں فلم کو چھوڑ کر چھوٹی سکرین کی طرف متوجہ ہو گئے، مگر ان کے لکھے لازوال گیت آج بھی زبانِ زدِ خاص و عام ہیں۔

حوالہ جات:

۱۔ اظہر علی فاروقی، اردو گیت، مشمولہ، اردو شاعری کا فنی ارتقا، از ڈاکٹر فرمان فتح پوری، لاہور، الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء، ص ۵۱۴

۲۔ عاطف، اخلاق، گیتاں دی گونج، لاہور، پنجاب انسٹیٹیوٹ آف لینگوئج، آرٹ اینڈ کلچر :۲۰۰۷ء، ص ۶۹۹

۳۔ ایضاً۔ ص ۶۹۸

۴۔ ایضاً۔ ص ۶۹۹

۵۔ ایضاً۔ ص ۷۰۰

☆☆☆☆☆